ہم زندگی کیسے گزاریں

اور

ماں کی تربیت کی اہمیت

تالیف

مفکر اسلام

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ

ایچ، ایم، حسین ٹرسٹ

H. M. Husain Trust

Email: hmhamuwash@yahoo.com

Cell: +91 7095168679

طبع اول

ذی الحجہ ۱۴۳۸ھ ستمبر ۲۰۱۷ء

نام کتاب: ہم زندگی کیسے گزاریں اور ماں کی تربیت کی اہمیت

مؤلف: مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ

صفحات: ۳۲

تعداد: ۲۰۰۰

باہتمام: انجینیر محمد عثمان حیدر آبادی

کمپوزنگ: عاقب حامد، لکھنؤ

قیمت: ہدیہ منجانب، ایچ، ایم، حسین ٹرسٹ

انتساب

ڈاکٹر شیخ سلطان احمد اور اہلیہ ام سلمان اور ام صہیب

(محسنین انجینیر محمد عثمان حیدر آبادی اور اہلیہ)

ملنے کے پتے

مجلس تحقیقات ونشریات اسلام، لکھنؤ۔ 2741539 -0522

دار عرفات، تکیہ کلاں رائے بریلی۔ 09807240512

ناشر

ایچ، ایم، حسین ٹرسٹ

H. M. Husain Trust

Email: hmhamuwash@yahoo.com

Cell: +91 7095168679

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عرض ناشر

اس کتابچہ میں دو مضامین پیش خدمت ہیں۔ پہلا مضمون مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر ''ہم زندگی کیسے گزاریں'' ہے جو کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے مغربی ممالک میں کی اس میں قصے بھی ہیں اور اس فانی زندگی میں آخرت بنانے کے لئے مشورے بھی ہیں۔ ایک اقتباس:

''حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو ہمارے آپ کے مورث اور پیغمبر ہیں، اور سب سے آخر میں آنے والے پیغمبر کے دادا بھی ہیں، انہوں نے یہ سبق دیا کہ جو بے مروّت ہو، جو آنکھیں پھیرنے والا ہو، اس سے دل نہیں لگنا چاہیے جوانی بھی ایسی ہی دولت ہے، اور طاقت، زندگی یہ سب منہ چھپانے والی، ساتھ چھوڑ دینے والے، بچھڑ جانے والے، اور بے وفا، اور بے مروّت طوطا چشم، ان سے دل لگائے تو اس سے بڑھ کر کوئی حماقت نہیں، اگر کسی نے یہ سمجھا کہ جوانی میں جوانی کے کام کرنا چاہئے اور کچھ لحاظ نہ کرنا چاہئے، تو جب بڑھاپا آئے گا اور یہ رنگ روپ یہ شکل وصورت باقی نہیں رہے گی، اس وقت معلوم ہوگا کہ ہم نے اس بے وفا جوانی کے وجہ سے اس رحمن ورحیم خدا کی نافرمانی کی، خدا

کی رحمت کبھی ساتھ نہیں چھوڑتی، وہ ہمیشہ کام آتی ہے، وہ اندھیرے میں، اجالے میں، امیری میں غریبی میں جوانی و بڑھاپے میں، وطن و پردیس میں ہر جگہ اور ہمیشہ ساتھ دینے والی ہے "اَللّٰہُ مَعَکُم"

دوسرا مضمون "ماں کی تربیت کی اہمیت" جس میں حضرت اپنی تربیت بیان کرتے ہیں۔ایک اقتباس:

"اس تربیت کا یہ نتیجہ ہے کہ ہزار کوتاہیوں اور کمزوریوں کے باوجود اب بھی "دل آزاری" اور توہین و تحقیر کو گناہ کبیرہ سمجھتا ہوں اور حتی الامکان اس سے بچنے کی کوشش کرتا ہوں اور اگر کبھی نادانستہ یا بلا ارادہ ایسا قصور ہو جاتا ہے، تو جلد سے جلد اس کی تلافی کی کوشش کرتا ہوں اور معافی مانگتا ہوں۔

دوسری چیز جو مجھے خاص طور پر یاد آتی ہے وہ یہ کہ وہ (والدہ ماجدہ رحمۃ اللہ علیہ) مجھے اپنے خاندان کے بعض بزرگوں اور جلیل القدر ہستیوں کے نام اور کام سے واقف کراتی رہتی تھیں، ان کے نام بڑی عظمت سے لیتیں، اور ان کے حالات سناتیں، یہ شخصیتیں عموماً ہمارے خاندان کی وہ دینی شخصیتیں ہوتیں، جن کو دنیاوی جاہ و جلال اور کوئی خاص دولت و ثروت حاصل نہ تھی، مگر علمی اور دینی حیثیت سے ان کا کام اور نام بہت روشن تھا، وہ اس پر زور دیتیں کہ عزت اور باقی رہنے والی دولت یہی دین و علم کی دولت ہے، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ میرا دماغ اس وقت سے علم دین کی عظمت سے متاثر ہے اور وہ اتنی جلدی دنیاوی جاہ و جلال اور مال و منال کا اثر قبول نہیں کرتا، جتنا اس زمانہ میں ہونا قدرتی بات ہے، میرے دل پر ابھی تک بزرگوں کے نام

نقش ہیں اور ان کی عظمت کا سکہ بیٹھا ہوا ہے، جن کا والدہ صاحبہ کثرت سے نام لیتی تھیں۔“

والدہ ماجدہ رحمۃ اللہ علیہ کے تربیتی خطوط سے ایک اقتباس:

”اس مرتبہ کو تو ہر کوئی حاصل کر سکتا ہے، یہ عام ہے، کون ایسا ہے۔ جو محروم ہے، وہ چیز حاصل کرنا چاہیے جو اس وقت گراں ہے اور کوئی حاصل نہیں کر سکتا، جس کے دیکھنے کو آنکھیں ترس رہی ہیں اور سننے کو کان مشتاق ہیں، آرزو میں دل مٹ رہا ہے، مگر وہ خوبیاں نظر نہیں آتیں۔

افسوس ہم ایسے وقت میں ہوئے، علی تم کسی کے کہنے میں نہ آؤ، اگر خدا کی رضا مندی حاصل کرنا چاہتے ہو اور میرے حقوق ادا کرنا چاہتے ہو تو ان سبھوں پر نظر کرو جنھوں نے علم دین حاصل کرنے میں عمر گذار دی۔ ان کے مرتبے کیا تھے، شاہ ولی اللہ صاحبؒ، شاہ عبدالعزیز صاحبؒ، شاہ عبدالقادر صاحبؒ، مولوی ابراہیم صاحبؒ، اور تمہارے بزرگوں میں خواجہ احمد صاحبؒ اور مولوی محمد امین صاحب مرحوم جن کی زندگی اور موت قابل رشک ہوئی، کس شان و شوکت کے ساتھ دنیا برتی اور کیسی خوبیوں کے ساتھ رحلت فرمائی۔“(۱)

والدہ ماجدہ رحمۃ اللہ علیہ کی دعائیں:

دعا جلد میری یہ ہو مستجاب　　علی ہو ترے فضل سے کامیاب
وہ ہو کامیابی جو ہو باسند　　ہو ایسی سند جو کہ ہو مستند

---

(۱) کوئی ڈپٹی ہوئے، کوئی جج، کم از کم وکیل اور بیرسٹر

نہ ہو فکر کوئی نہ رنج وتعب تمنائیں میری برآئیں یہ سب
خطاؤں پہ ان کے نہ کر تو نظر یہ بندے ہیں تیرے تو ہی رحم کر

اللہ رب العزت ہم سب کو قرآن اور حدیث کی روشنی میں زندگی گزارنے کی ہدایت اور توفیق عطا فرمائے۔

ہماری التجا ہے مالک الملک سے کہ اس کتابچے میں جو خواتین وحضرات نے نصرت فرمائی ان سب کو بہتر سے بہتر اجر عطا فرما کر قبول فرمائے۔

طالب دعا

انجینئر محمد عثمان حیدرآبادی

(ناظم)

ایچ، ایم، حسین ٹرسٹ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مقدمہ

مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی، ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ، وَالصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ سَیِّدِنَا وَخَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ، وَبَعْد!

مولانا سید ابوالحسن حسنی علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیم وتربیت جس ماحول میں ہوئی، وہ ان کے اس زمانۂ تربیت میں رائج ذہن دنیاوی وجاہت اور مادی کروفر کے پسند کرنے کا تھا، لیکن مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ اور مربی بھائی کے خیالات خالص دینی اور اسلامی فکر مندی کے تھے، جس کے اثر سے مولانا اپنے عہد کے غیر محتاط اثرات سے محفوظ رہے، پھر مولاناؒ کو مؤثر اور دل سے نکلی ہوئی دعائیں ملیں، جن کا اثر ان کی زندگی کی ان خصوصیات میں ظاہر ہوا جن کے تحت انہوں نے امت اسلامیہ کے لیے نصیحت واصلاح کا پراثر کام انجام دیا، جو ان کی تقریروں اور تحریروں میں نمایاں انداز میں ملتا ہے، جو انہوں نے امت کے مختلف طبقات اور مختلف اسلامی ممالک میں انجام دیا، اس کو مولاناؒ نے زبان وبیان کی شیرینی اور اسلوب بیان کی فصاحت کے ساتھ پیش کیا، حضرت مولاناؒ کے ہندوستان سے باہر ملکوں میں دعوتی مقصد سے سفر ہوئے، خاص طور پر یورپ اور امریکہ میں مولانا کئی بار

گئے اور وہاں ہندوستان اور عرب کے بسے ہوئے مسلمانوں میں آپ کی تقریریں ہوئیں، اور مولانا نے مؤثر انداز میں خطاب کیے، جس کا اثر وہاں کے سامعین نے محسوس کیا اور وہ تقریریں شائع بھی ہوتی رہی ہیں، انہی میں ایک مؤثر تقریر حسب ذیل ہے جو اس سے پہلے بھی شائع ہوئی ہے اور اب اس کو ایچ، یم، حسین ٹرسٹ عمومی فائدہ کے لیے شائع کر رہا ہے، امید ہے کہ اس سے اسلامی خیال و ذہن کو مدد ملے گی اور اصلاح حال کے مقصد کے حصول میں مفید ثابت ہوگا۔

ایچ، یم، حسین ٹرسٹ مرحوم ایچ، یم، حسین صاحب کے فرزند انجینیر محمد عثمان صاحب نے قائم کیا ہے اور اس کے ذریعہ وہ اصلاحی مقصد سے مؤثر تحریریں مختصر رسالہ کی صورت میں شائع کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے (آمین)

محمد رابع حسنی ندوی
ندوۃ العلماء لکھنؤ

۸/ ذیقعدہ/ ۱۴۳۸ھ
یکم/ اگست ۲۰۱۷ء

ہم زندگی کیسے گزاریں

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے ہم کو اسلام عطا فرمایا

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو مسلمان پیدا کیا، مسلمان گھروں میں پیدا کیا اور ایمان نصیب فرمایا اور شریف گھرانوں میں ہم نے آنکھیں کھولیں اور پھر اللہ تعالیٰ کا اور زیادہ فضل ہے کہ دین دار گھرانوں میں ہماری پرورش ہوئی اور پھر یہ احسان عظیم فرمایا کہ مردوں سے اللہ تعالیٰ نے تبلیغی کام شروع کرایا اور اس کی برکت گھروں تک پہونچی اور اب تو اللہ کے فضل وکرم سے گھروں میں ہماری مائیں اور بہنیں تبلیغی کام کرنے لگی ہیں۔ اس کی برکت سے ہم اچھا برا سمجھنے لگے، حرام حلال، نیک وبد، جائز ونا جائز، اللہ کس چیز سے راضی یا ناراض ہوتا ہے، اس کی کچھ سوجھ بوجھ ہونے لگی اور اس کی پوچھ گچھ بھی شروع ہوئی کہ زندگی کی کون سی چیزیں اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پسند ہیں اور کون کون سی چیزیں ایسی ہیں جو اللہ کو ناپسند ہیں معاشرت، کیسی ہونی چاہئے گھروں میں رہنا سہنا کیسا ہونا چاہئے، لباس اور کپڑے کس طرح کے ہونا چاہئیں کہ شریعت کے مطابق ہوں اور کون سے شریعت کے خلاف ہیں، ان باتوں کا اب گھروں میں تذکرہ ہونے لگا ہے۔

مغربی تہذیب کا اصول "کھاؤ پیو مست رہو"

آپ سب اس ملک میں آئی ہیں، یہاں بہت دنوں سے یا سیکڑوں برس سے خدا کا خوف، شرم وحیا، لحاظ اور تہذیب نہیں رہی، یہاں صرف ایک ہی کام رہا کھاؤ پیو اور مست

رہو، چنانچہ انگریزوں میں کہاوت ہے "کھاؤ پیو مست رہو، مگن رہو" یہ مگن رہنا ان کے یہاں زندگی کا اصول ہے جس میں آدمی مگن رہے اور مست رہے موت کبھی بھول کر بھی یاد نہ آئے کہ ہم کو مرنا ہے ہم کو خدا کے سامنے جانا ہے، یہاں جو مزے اڑائے ہیں، گلچھرے اڑائے ہیں ان کا جواب دینا ہے یہاں جو موج اڑائی ہے اس کا پائی پائی حساب دینا ہے۔

یہاں زندگی کا اصول یہ ہے کہ آدمی موت کو بھولا رہے، آخرت کو بھولا رہے، اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چھوڑے رہے اور صرف عمدہ سے عمدہ کھانا اچھی سے اچھی صحت بنانا، جوانی کا مزہ اڑانا اور دولت کے مزے اڑانا یاد رکھے، یہ یہاں کی زندگی کا اصول بن گیا ہے۔

لیکن خدا کے فضل و کرم سے ہمارا جس مذہب سے تعلق ہے اور جس ملک سے تعلق ہے اور جن لوگوں سے تعلق ہے، ان کی زندگی کا اصول یہ نہیں ہے، ان کو تو یہ بتایا گیا ہے کہ دنیا تو کافر کی جنت اور مسلمانوں کا جیل خانہ ہے، جیل خانہ میں آدمی موج نہیں اڑاتا، جیل خانہ میں آدمی آزاد نہیں ہوتا کہ گھومنے پر آیا تو گھومتا چلا گیا، جو دل میں بات آئی، جو من میں چاہت ہوئی بس وہ کر گزرے، کوئی روک ٹوک نہیں، کوئی پابندی نہیں، جیل خانہ میں گھومنے پھرنے کی جگہ بھی تو نپی تلی، کھانے کا حساب بھی نپا تلا، کھانے کو جی کچھ چاہتا ہے مل کچھ رہا ہے پسند کچھ ہے اور کھلایا کچھ جارہا ہے کبھی پہننے کو جی چاہا، کبھی سیر کا جی چاہا، ہوا خوری کا جی چاہا، مگر یہ تو چہار دیواری، یہ تو جیل کی کوٹھری ہے اور کافر کے لئے کیا ہے؟ بس ایک بہت بڑا پارک، ایک بہت بڑا باغ، ایک بہت بڑا چمن، چاہے لوٹے پوٹے چاہے گھومے، چاہے ننگا پھرے، چاہے چلائے چیخے، چاہے بیل کی طرح چلے، کھائے پئے کوئی بولنے والا نہیں کوئی پوچھنے والا نہیں، تو "دنیا کافر کی جنت اور مومن کا جیل خانہ ہے۔"

دنیا میں اس طرح رہو جیسے کہ تم پردیس میں ہو

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

كُنْ فِي الدُّنْيَا كَأَنَّكَ غَرِيبٌ أَوْ عَابِرُ سَبِيلٍ

(دنیا میں اس طرح رہو جیسا کہ تم پردیس میں ہو، یا کہ راستہ چلتے مسافر)

جو مسافر ہوتا ہے اس کا جی کہیں نہیں لگتا، وہ کسی جگہ اپنا گھر نہیں بناتا، کسی اسٹیشن پر ٹھہر نہیں جاتا، دیکھتا سب کچھ ہے، گزرتا سب جگہ سے ہے، لیکن اپنے وطن کو نہیں بھولتا اور نہ اپنی منزل کو بھولتا ہے۔ کہاں سے چلے تھے اور کہاں جانا ہے اور جہاں جانا ہے وہاں سے کام کر کے فوراً آنا ہے، جیسے چڑیاں دن بھر اڑتی رہتی ہیں، جیسے کبوتر اور مینا ہوں جو دن بھر اڑتی رہتی ہیں اور دن بھر جگہ جگہ سے دانہ چگتی جاتی ہیں، لیکن اپنے آشیانہ، اپنے گھونسلہ کو بھولتی نہیں کہ کہیں اور پہونچ جائیں لیکن شام ہوئی کہ سیدھے اپنے گھر واپس آتی ہیں، کسی شاخ پر وہی تنکوں اور پتیوں کا بنا ہوا گھونسلہ، دن بھر چاہے کسی امیر کے محل پر جا کر کسی اونچی سے اونچی کوٹھی پر جا کر اپنا چارہ تلاش کرے، شام ہوئی تو اپنا گھر یاد آیا، بال بچے یاد آئے، اڑ کر وہیں پہنچیں، یہی مؤمن کا حال ہے کہ دنیا میں سارا دن گھومتا پھرتا رہے، کام کاج کرے، دکان پر بیٹھے، دس دس گھنٹے ڈیوٹی دے، لیکن اس کو اصلی بستی نہیں بھولتی، اس کو قبر کا کونا نہیں بھولتا، وہاں سیکڑوں ہزاروں برس سونا ہے، اس کو آخرت نہیں بھولتی بس شام ہوئی، یعنی جیسے ہی دنیا کا کام ختم ہوا، اپنے اصلی وطن کی راہ لی۔

مسلمان کو اپنا اصلی وطن نہیں بھولنا چاہیئے

مسلمان کی زندگی ایسی ہی ہونا چاہیئے، ہمارے لئے ہندوستان، فرانس، جرمنی، اور بڑے سے بڑے ملک امریکہ، کنیڈا سب برابر ہیں، ہم کہیں بھی ہوں اپنا وطن نہیں بھولنا چاہیئے، چاہے وہ محل ہو یا چھونپڑا، لیکن دل ہمارا خدا کے پاس رہنا چاہیئے، ہمارا جسم کہیں بھی ہو، ہم کو اصل جگہ کبھی نہیں بھولنا چاہیئے، جہاں ہم کو مدتوں رہنا ہے، وہ وہ قبر کا کونہ ہے جہاں اندھیرا ہے، قبرستان جو جنگل میں ہے، شہر کی آبادی سے دور، جہاں نہ شہر کے بچوں کی آواز پہنچ سکتی ہے نہ بڑوں کی، وہاں تو آدمی ہے اور اس کا عمل، جو نمازیں ٹوٹی پھوٹی پڑھیں،

جو کلمہ پڑھا، درود شریف پڑھا، وہ وہاں کام دے گا، اسی سے وہاں دل لگے گا، وہی وہاں کا تکیہ، وہی وہاں کا بچھونا، وہی وہاں کی روشنی وہی وہاں کا چراغ، وہاں کی گنجائش اور وسعت، ورنہ وہ کونہ جہاں آدمی کروٹ بھی نہ لے سکے، وہاں جو کچھ کام آئے گا، وہ نورِ ایمان کام آئے گا، اللہ کا نام کام آئے گا، زندگی میں اللہ کے ساتھ جو تعلق پیدا کیا ہے وہ کام آئے گا نماز میں اگر یہاں دل لگا ہے تو وہاں بھی دل خوش ہوگا، اگر کلمہ نماز اور ایمان کی باتوں میں دل نہیں لگا ہے اور طبیعت ہمیشہ اچاٹ رہی اور وہی کپڑوں میں زیور میں، کھانے پینے میں، کوٹھی میں، موٹر میں اگر دل پھنسا رہا تو وہاں وحشت ہوگی، وہاں ان میں سے کوئی چیز موجود نہ ہوگی، یہ چیزیں تو کیا ہوں گی، باپ بھی مدد کرنے کے لئے، ماں بھی دلاسہ دینے کے لئے، بیٹی بھی خدمت کرنے کے لئے، بیٹے بھی سلوک کرنے کے لئے وہاں موجود نہ ہوں گے، وہاں نہ ماں کی شفقت ہوگی اور نہ باپ کی مہربانی اور نہ اولاد کی سعادت مندی ہوگی اور نہ بیٹوں کی خدمت، وہاں وہی ایک نام اللہ کا، اللہ کا نام کام آئے گا، اور ایمان کا نور کام آئے گا، نماز روزہ کا نور کام آئے گا، قرآن کی روشنی کام آئے گی، اور جو اللہ کا ذکر کیا بس وہی کام آئے گا۔

حدیث میں ہے کہ ''قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہوگی یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا۔'' وہاں جو کام آنے والی چیزیں ہیں وہ خود کچھ نہیں، یہیں کے اچھے عمل باغ بن جائیں گے، ان ہی اچھے اعمال سے جنت کی ہوائیں آئیں گی، حدیث میں آتا ہے کہ قبر کی کھڑکی کھول دی جاتی ہے۔ وہاں پہلے سے جنت کی ہواؤں کے جھونکے آنے لگتے ہیں خوشبوئیں آنے لگتی ہیں، ان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہی ہمارا ٹھکانا ہے اور حدیث میں یہ بھی آتا ہے کہ مرنے کے وقت اور مرنے کے بعد اس کا ٹھکانا اس کو دکھایا جائے گا کہ تمہارا ٹھکانہ جہنم ہے یا جنت، اور یہ بھی حدیث میں ہے کہ اگر کسی کے اچھے عمل ہیں، ایمان سلامت لے کر گیا ہے تو اس سے کہا جاتا ہے نَمْ كَنَوْمَةِ الْعَرُوسِ ''سو رہ جیسے دلہن سوتی ہے۔''

قبر کی فکر ہی اصل فکر ہے

اس گھر کی فکر کرنا چاہیئے اور جو چیزیں وہاں کام آنے والی ہیں، ان کی فکر کرنا چاہیئے، یہاں کے سامان کا حال یہ ہے کہ بچپن کا سامان جوانی میں کام نہیں آتا جوانی کا سامان بڑھاپے میں کام نہیں آتا، بچپن میں جو کپڑے تھے جوانی میں پہنے نہیں جاتے اور جوانی میں جو کپڑے ہیں وہ بڑھاپے میں پہننا مناسب نہیں، یہ تو جوانی کے شوق تھے بڑھاپے کا کپڑا اور ہوتا ہے اور اب تو دو مہینے پہلے کے کپڑے اس زمانہ میں کام نہیں آتے، یہاں یورپ پر ایسی مصیبت آئی ہے اور اس کی بدولت ساری دنیا پر، یہاں مہینے دو مہینے میں فیشن بدلتے ہیں، پہلے فیشن کے مطابق جو کپڑے بنا لیئے، اب جب فیشن بدل گیا تو بالکل پرانے اور دقیانوسی معلوم ہونے لگتے ہیں اور ان کو پہن کر شادیوں میں جانا معیوب سمجھا جاتا ہے، ایسی بے مروّت، آنکھ چرانے والی اور منہ موڑنے والی اور جلدی سے جلدی بدل جانے والی تہذیب اس پر اگر دل لگائے تو اس سے زیادہ بے عقل کون ہوگا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب ستارہ دیکھا تو کہا کہ یہ تو بڑا چمکدار ہے کچھ عجب نہیں کہ دنیا کا پیدا کرنے والا ہو، اب جو ستارہ غروب ہوا، اور ڈوب گیا تو انہوں نے کہا کہ یہ تو کچھ نہیں، اس کا کوئی بھروسہ نہیں، پھر چاند دیکھا تو کہا سبحان اللہ چاند کا کیا کہنا، کیسی روشنی ساری دنیا روشن، ساری دنیا میں چاندنی پھیلی ہوئی ہے، انہوں نے کہا، شاید یہی خالق ہو، پھر غروب ہوا تو کہنے لگے، یہ بھی کچھ نہیں، اس کا بھی کچھ زور نہیں، اس کا بھی بھروسہ نہیں، پھر جب سورج نکلا اور انہوں نے اس کی چمک دیکھی اور دن ہوا تو کہنے لگے، واہ واہ، اس سے بڑھ کر تو کوئی روشن نہیں، ستارہ بھی اس کے سامنے ماند اور چاند بھی اس کے سامنے شرمندہ، بس یہ سورج ہی سورج ہے، پھر جب سورج بھی ڈوبنے لگا، تو کہنے لگے،

''لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِیْنَ'' میں ایسے منہ چھپانے والوں اور ایسے بے مروّتوں اور ایسے آنکھ بند کرنے والوں سے اپنے دل نہیں لگا سکتا، جس کے ساتھ دل لگائے، وہ حیّ قیّوم، ہمیشہ رہنے والی ذات ہو، ہمیشہ ساتھ دینے والی ذات ہو۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دیا ہوا سبق یاد رکھنا چاہیے

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو ہمارے آپ کے مورث اور پیغمبر ہیں، اور سب سے آخر میں آنے والے پیغمبر کے دادا بھی ہیں، انہوں نے یہ سبق دیا کہ جو بے مروّت ہو، جو آنکھیں پھیرنے والا ہو، اس سے دل نہیں لگنا چاہیے جوانی بھی ایسی ہی دولت ہے، اور طاقت، زندگی یہ سب منہ چھپانے والی، ساتھ چھوڑ دینے والے، بچھڑ جانے والے، اور بے وفا، اور بے مروّت طوطا چشم، ان سے دل لگائے تو اس سے بڑھ کر کوئی حماقت نہیں، اگر کسی نے یہ سمجھا کہ جوانی میں جوانی کے کام کرنا چاہئے اور کچھ لحاظ نہ کرنا چاہئے، تو جب بڑھاپا آئے گا اور یہ رنگ روپ یہ شکل وصورت باقی نہیں رہے گی، اس وقت معلوم ہوگا کہ ہم نے اس بے وفا جوانی کے وجہ سے اس رحمن ورحیم خدا کی نافرمانی کی، خدا کی رحمت کبھی ساتھ نہیں چھوڑتی، وہ ہمیشہ کام آتی ہے، وہ اندھیرے میں، اجالے میں، امیری میں غریبی میں جوانی و بڑھاپے میں، وطن و پردیس میں ہر جگہ اور ہمیشہ ساتھ دینے والی ہے ''اَللّٰهُ مَعَکُمْ'' اللہ تمہارے ساتھ ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''تم تین ہوتے ہو تو، چوتھا خدا ہوتا ہے، چار ہوتے ہو تو پانچواں خدا ہوتا ہے، تھوڑے ہوتے ہو یا بہت ہوتے ہو، بازار میں ہوتے ہو یا گھر میں ہوتے ہو ہم ساتھ ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے، ہر ایک کو دیکھنے والا ہے، ہر ایک کی مدد کرنے والا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ''وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ'' جب میرے بندے میرے متعلق پوچھتے ہیں کہ خدا کہاں ہے تو کہہ دو کہ میں قریب ہوں، وہ ہر پکارنے والے کی پکار سنتا ہے، تو ایسے خدا، ایسے مالک مہربان، ایسے شفیق ورحیم، ایسے کریم،

ایسے ناصر و معین، ایسے مدد کرنے والے، ایسے رحم کھانے والے، ایسے سہارا دینے والے خدا کا ساتھ دیا جائے، یا بے وفا جوانی کا، بے وفا حسن و جمال کا، یا بے وفا ساتھیوں اور بے وفا رفیقوں کا، یا باتیں بنانے والی سہیلیوں اور بہنوں کا، یا ایسے فیشن کا جو صبح ہے تو شام اس کا ٹھکانہ نہیں، شام ہے تو صبح اس کا ٹھکانہ نہیں، اس کا ساتھ دے کر اللہ کی نافرمانی کرے، اس سے بڑھ کر کون سی حماقت اور بے عقلی ہو سکتی ہے۔ اس خدا کا کیوں ساتھ نہ دیں جو ہر وقت ہمارے ساتھ ہے، یہاں بھی کام آئے گا اور قبر میں بھی، اسی کی ہی دست گیری کام آئے گی اور حشر میں وہی ہے اور کوئی ہے ہی نہیں۔ اس خدا سے تعلق پیدا کرنا چاہئے اس سے انس پیدا کرنا چاہئے، اس سے ایسی جان پہچان پیدا کر لینی چاہئے، اس پر ایسا بھروسہ ہونا چاہیے، ایسا اس کے ساتھ تعلق ہونا چاہئے کہ آدمی کو ہر وقت ایک ڈھارس رہے، ہر وقت حوصلہ رہے کہ ہمارا خدا ہمارے ساتھ ہے۔ ہمارا کوئی کیا بگاڑ سکتا ہے ہماری دولت کو کوئی اگر لے لے تو ہمارا ایمان تو کسی نے نہیں لیا۔ اگر ہماری جوانی ختم ہو گئی تو ایمان تو ختم نہیں ہوا، خدا کا ساتھ تو نہیں چھوٹا، اگر دولت نے منہ چھپا لیا اور بے وفائی کی اگر شوہر نے بھی بے وفائی کی تو کوئی رنج نہیں، ہمارا خدا تو ہمارے ساتھ ہے، اگر خدا ہمارے ساتھ ہے تو سب کچھ ہمارے ساتھ ہے۔

جس نے بادشاہ کو لیا اس کو سب ملا

ایک قصہ ہے کہ ایک بادشاہ نے بہت موج میں آکر رعیت سے کہا کہ آج جس چیز پر ہاتھ رکھ دے گا، وہ چیز اس کی ہو جائے گی بس کیا پوچھنا، بن آئی لوگوں کی، وہاں جو امراء غلام باندیاں اور خواص موجود تھے، جس کو جو چیز پسند آئی، اس نے اس پر ہاتھ رکھ دیا، کسی نے بادشاہ کے تاج پر ہاتھ رکھا، کسی نے تخت پر ہاتھ رکھا، کسی نے فانوس پر، غرض کہ جو جس پر ہاتھ رکھتا گیا، وہ چیز اس کی ہوتی گئی، ایک غلام کھڑا ہوا تھا، اس نے کچھ نہ کہا، بت بنا کھڑا رہا، بادشاہ کی نظر جب اس پر پڑی تو اس نے کہا، کیا تم کو یقین نہیں آیا، دیکھتے نہیں

کہ جس نے جس چیز پر ہاتھ رکھ دیا وہ اس کا مالک ہو گیا، اس نے جواب دیا کیا واقعی ہی ایسی بات ہے، بادشاہ نے کہا کہ اللہ کے بندے کیا تو دیکھ نہیں رہا ہے، کیا قسم کھانے، تحریر لکھنے کی ضرورت ہے، اس نے کہا کہ یہ تو ہیں بے وقوف، مجھے اللہ نے عقل و سمجھ دی ہے، کسی نے تاج لیا، کسی نے تخت، کسی نے موتی لیا تو ہیرا نہیں ملا، کسی نے ہیرا لیا تو موتی نہیں ملا، کسی نے گھوڑا لیا تو پالکی سے محروم رہا، پالکی لے لی تو گھوڑا نہیں آیا، یہ کہہ کر اس نے بادشاہ پر ہاتھ رکھ دیا کہ میں نے تو اس کو لیا جس نے بادشاہ کو لیا، اس کو تخت بھی ملا، تاج بھی، گھوڑا مال، طاؤس بھی، گھر بھی ملا گھر کا سامان بھی، اس کو عزت بھی ملی اور طاقت بھی۔

یہی ہماری مثال ہونا چاہئے، آج ایسے افراد ہر جانب ملیں گے جو فیشن پر جان دینے والے، کپڑوں، موٹروں کے شوقین جوانی اور دولت پر فدا ہونے والے ہوں گے، لیکن مسلمان عورتوں کو تو صرف اللہ کا طالب ہونا چاہئے اللہ کی محبت حاصل کرنے کی کوشش کرنا چاہئے کہ اللہ کی نظر عنایت اس کی طرف ہو جائے پھر سب کچھ ان کا ہے۔

بی بی مرغی پال لو

خاندان مجددی کے ایک بزرگ شاہ محمد یعقوبؒ صاحب مجددی کہانیوں اور قصوں میں بڑی اونچی اونچی باتیں سمجھایا کرتے تھے، انہوں نے ایک قصہ سنایا۔

''بھوپال میں بیگمات کا دور تھا، ایک بیگم بہت پریشان تھیں، ایک پیر صاحب کے پاس آئیں، کہنے لگیں، پیر صاحب میں بہت پریشان ہوں میرے شوہر مجھے پوچھتے نہیں، پہلے تو بہت خیال کرتے تھے، لیکن اب ان کا دل مجھ سے بھر گیا ہے، مجھے سخت تکلیف ہے، اولاد بھی میرا خیال نہیں کرتی، شوہر کی نگاہ کیا پھری، ساری دنیا کی نگاہیں پھر گئیں، سرکار میرے لئے دعا کریں، انہوں نے پوری رام کہانی سنی اور کہنے لگے، بی بی مرغی پال لو، اب وہ بڑی پریشان، کہ پیر صاحب کو کیا ہو گیا، کل تک تو خوب سنتے تھے اب اونچا سننے لگے زور زور

سے پکار کر کہا حضرت صاحب میرے لئے دعا کیجئے میں بہت پریشان ہوں پیر صاحب نے آہستہ سے کہا بی بی میں کہہ رہا ہوں مرغی پال لو، اب وہ پریشان کہ آج پیر صاحب کو کیا ہو گیا ہے۔ میں تو ان سے دعا کے لئے کہتی ہوں اور پیر صاحب مرغی پالنے کو کہتے ہیں پھر عرض کیا کہ حضرت میں سمجھی نہیں، آپ ذرا اچھی طرح سمجھا دیں، تو پیر صاحب نے فرمایا بی بی صاحبہ ایک قصہ ہے، قصہ سے بات خوب سمجھ میں آجائے گی، دو گھر قریب قریب تھے ایک امیر گھر تھا کھاتا پیتا اور ایک ذرا غریب گھر تھا، بیچ میں ایک دیوار تھی، اس دیوار میں ایک کھڑکی تھی، تو جب اس غریب گھر میں کوئی مہمان آتا تو غریب گھر والی پڑوس کے گھر منھ ڈال کر کہتی کہ مہمان ناوقت آگئے ہیں، کچھ انتظام ممکن نہیں ہے، ایک انڈا دیدو تو کام چل جائے، ایک بار ہوا، دو بار ہوا، اور جب بار بار یہ واقعہ پیش آیا تو جل کر کہنے لگی کہ بی بی ہمسائی ایک مرغی پال لو، قصہ ختم ہو جائے فرصت ہو جائے گی، تو بیگم صاحبہ میں تم سے وہی کہتا ہوں کہ اللہ کے ساتھ تعلق قائم کرلو اللہ سے دعا کرنا، مانگنا سیکھ لو، سب مشکلیں آسان ہو جائیں گی۔"

سب کاموں کی کنجی اللہ سے تعلق

وہی میں آپ سب سے کہتا ہوں، اللہ کو یاد کرنا، اللہ سے مانگنا، اللہ کو راضی رکھنا سیکھ لیجئے، سب کام بن جائیں گے، دنیا کی جتنی چیزیں ہیں، سب بے وفا، بے مروت، طوطا چشم ہیں، جوانی ہے صحت خراب، قصہ ختم، صحت ٹھیک تو کاروبار فیل تو سب بے کار، اگر خدا کو محبوب رکھے تو جوانی بھی ہے صحت بھی ہے اور سب کچھ ہے۔

ساری مشکلوں، مصیبتوں کا علاج ایک اللہ کا تعلق پیدا کرنا ہے، وہی سب کچھ کرتا ہے، اللہ کی نیک بندیوں کے حالات پڑھو کہ انھوں نے کسی چیز میں دل نہیں لگایا، نہ جوانی میں نہ صحت میں نہ طاقت اور حسن و جمال میں، انھوں نے صرف اللہ کے ساتھ تعلق پیدا کیا، اللہ کا نام لینا، راتوں کو اٹھنا، توبہ استغفار کرنا، درود شریف پڑھنا، تلاوت قرآن کرنا،

اسلامی عقائد پر بچوں کی پرورش کرنا، توحید کے بیج ان کے دل میں بونا، گناہ کی نفرت پیدا کرنا، اللہ کا نام سکھانا، اسلامی آداب واخلاق کی تعلیم دینا، یہ ان کے مشغلے رہے، نتیجہ یہ کہ گھر کا ماحول اسلامی، دل خوش، اللہ راضی تو سب راضی، اگر اللہ ناراض تو سب ناراض۔

اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات سے فرمایا ہے:

وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ (سورہ احزاب:۳۳)

(اور جاہلیت قدیم کے مطابق اپنے کو دکھاتی مت پھرو)

تمہارا دل گھروں میں لگنا چاہئے، سینما گھروں میں نہیں، محفلوں اور بازاروں میں نہیں، تمہاری جگہ، تمہاری سلطنت تمہارا گھر ہے، غریب ہو یا امیر باہر نکلو گی تو تم وہ نہ رہو گی جو گھر میں ہو، گھر میں تمہارا حکم چلے گا، اولاد تمہاری خدمت کرے گی، گھر سکون واطمینان کی جگہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کے لئے جو پسند کیا وہی تم کو اپنے لئے پسند کرنا چاہئے، وہی ہمارے لئے نمونہ ہے، اسلام سے پہلے کا زمانہ جو جاہلیت کا زمامہ تھا اس کے طرح بناؤ سنگار نہ کرو، نماز پڑھو، زکوٰۃ دو، نماز کے لئے جگہ مقرر کرو، جگہ پاک و صاف ہو کہ وہاں تسبیح پڑھ سکو، دینی کتابوں کو مطالعہ کر سکو، اپنے بچوں کو دین کی باتیں سکھا سکو، جو وقت بچے اس میں شوہر کی خدمت کرو۔

حضرت مولانا الیاس صاحب، مولانا یوسف اور شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ علیہم کی ماؤں کے قصے پڑھئے، وہ کیسی عابدہ، زاہدہ تھیں، ان کی راتیں کیسے گزرتی تھیں، دن کیسے گزرتے تھے، نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسے فرزند عطا فرمائے، جن کے نور سے سارا عالم منور ہے۔

اب جو اولاد ماں کی گود میں پلتی ہیں، ظاہر ہے کہ وہ کیسی ہوں گی، جیسی گود ویسی اولاد، جب وہ زبان سے اللہ کا نام نہ لیں گی، تلاوت نہ کریں گی، تو کیا اثر ہوگا۔

ماں کی تربیت کی
اہمیت وافادیت

مقدمہ

مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی، ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ، وَالصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ سَیِّدِنَاوَخَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ مُحَمَّدٍوَّعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ، وَبَعْد!

اللہ تعالیٰ نے انسان کو بہتر مخلوق کی حیثیت سے پیدا کیا اور اس کو اپنے کو بہتر بنانے کا حکم دیا اور اس کے لیے خود انسان کو ذریعہ بنایا، اس طرح انسان کو انسان کے ذریعہ اچھے اخلاق اور اچھی صفات کا علم ہوتا ہے، اگر انسان کو اپنی تربیت کے زمانہ میں برا ماحول ملا تو اس میں اخلاقی بگاڑ اور خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں اور انسان کو اپنی تربیت کے زمانہ میں پیدا ہونے کے بعد اپنے ماں باپ کے ذریعہ زندگی کی باتیں معلوم ہونا شروع ہو جاتی ہیں، اور اس سلسلہ میں سب سے پہلے ماں کو موقع ملتا ہے، پھر باپ، پھر اعزہ اور پڑوسیوں کا، پھر تعلیم کا اور اساتذہ کا اثر پڑتا ہے۔

ماں کو موقع صرف سب سے پہلے ہی نہیں ملتا، بلکہ وہ جوانی تک جا سکتا ہے، اور اچھی مائیں اسی سے فائدہ اٹھاتی ہیں اور فائدہ پہنچاتی ہیں اور بلا ارادہ بھی ان کا اثر پڑتا ہے، مثلاً ایک بالکل دنیاوی طبیعت کے ادیب نے بڑی عمر میں دینی طبیعت اختیار کرنے پر بتایا کہ میں جب بچہ تھا اور ماں کی گود میں لیٹا ہوتا تھا میں قرآن مجید پڑھتی ہوتی تھیں، میں ان کی آواز میں مزہ محسوس کرتا تھا، اس مزہ کا احساس بعد میں بھی میرے دل میں قائم رہا، حتی کہ بڑے ہونے کے بعد بھی مجھے اس کی طرف متوجہ ہونا پڑا اور قرآن مجید توجہ سے مطالعہ کیا اور مجھ میں اس سے تبدیلی آئی۔

ماں کے اثر کا حال حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کی والدہ کی تربیت کے نمونہ سے بہت زیادہ ظاہر ہوتا ہے، جس کے اثر سے مولانا کی عظیم داعی اور بزرگ شخصیت بنی، اس کو انہی کی عبارت میں دیکھیے جس کو ایچ یم حسین ٹرسٹ کے ذریعہ اس کے ڈائریکٹر انجینئر محمد عثمان صاحب حیدرآبادی شائع کر رہے ہیں، تاکہ قارئین حضرات فائدہ اٹھائیں، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس کو قبول فرمائے (آمین)

۸/ذیقعدہ/۱۴۳۸ھ — محمد رابع حسنی ندوی

یکم/اگست ۲۰۱۷ء — ندوۃ العلماء، لکھنؤ

ماں کی تربیت کی اہمیت وافادیت

ابتدائی نقوش

ماہرین تعلیم وتربیت اور علمائے نفسیات نے اس حقیقت پر بہت زور دیا ہے کہ بچہ کی ذہن کی سادہ تختی پر جو ابتدائی نقوش پڑ جاتے ہیں وہ کبھی نہیں مٹتے اور خواہ ان کو مٹا ہوا سمجھ لیا جائے، لیکن در حقیقت وہ مٹتے نہیں، دب جاتے ہیں اور وقت پر ابھرتے ہیں۔

اس حقیقت کو تسلیم کر لینے کے بعد ماں اور بچہ کی تربیت کرنے والوں کی ذمہ داری بہت بڑھ جاتی ہے جو اس سادہ تختی پر آسانی کے ساتھ اچھے سے اچھے نقش بنا سکتے ہیں اور جن کو کوئی طاقت اور کوئی تعلیم وتربیت آسانی کے ساتھ مٹا نہیں سکتی۔

مجھے اس مختصر مضمون میں ان چند ابتدائی نقوش کا ذکر کرنا ہے جو بچپن کی سادہ لوح پر نقش ہوئے اور جن کا فیض میری زندگی میں برابر شامل رہا۔

ان میں سے ایک بات تو یہ کہ میری والدہ نے بچپن سے اس بات کا بڑا خیال اور نگرانی رکھی کہ میں کسی پر ظلم نہ کرنے پاؤں اور کسی کا دل نہ دکھاؤں، بچہ کے پاس طاقت ہی کیا ہوتی ہے، جو کسی پر ظلم کرے، پھر بھی سب جانتے ہیں کہ بچہ اپنے محدود دائرے اور ماحول میں اپنی کمزوری و بے بسی کے باوجود بہت کچھ ظلم کر لیتا ہے، بچہ کے اندر بھی ایک خودی اور انانیت ہوتی ہے، یہ بچہ کی شخصیت کا اظہار ہے اور زندگی اور ذہانت کی علامت، وہ اس انانیت سے فائدہ اٹھاتا ہے اور اس کو جا و بے جا استعمال کرتا ہے اپنے ہمجولیوں پر زیادتی کرتا ہے، نوکروں پر ظلم کرتا ہے، کسی کی توہین کرتا ہے، کسی کا مذاق اڑاتا ہے۔

والدہ صاحبہ نے اس کا بڑا اہتمام کیا کہ میں اگر کسی پر ظلم کروں، یا دل دکھاؤں تو اس سے معافی مانگوں، اگر گھر میں کھانا پکانے والی کے لڑکے کو مارتا، یا کسی کی توہین کرتا، یا کسی کو ذلیل سمجھ کر کوئی سلوک کرتا تو وہ مجھے سزا بھی دیتیں اور مجھے اس سے معافی مانگنے پر مجبور بھی کرتیں۔ اکثر یہ سزا صرف معافی مانگنے کی ہی صورت میں ہوتی، بچہ کی ''انانیت'' پر بڑی ضرب ہے اور اس کے لئے بڑی گوشمالی، مجھے یاد نہیں کہ ایک واقعہ بھی ایسا گذرا ہو کہ والدہ کے علم میں میری کوئی زیادتی آئی ہو یا توہین یا دل دکھانے کا کوئی واقعہ پیش آیا ہو اور انہوں نے مجھے یہ سزا نہ دی ہو اور مجھے ''فریق ثانی'' کو راضی کرنے اور معاف کرانے پر اصرار نہ کیا ہو۔

اس تربیت کا یہ نتیجہ ہے کہ ہزار کوتاہیوں اور کمزوریوں کے باوجود اب بھی ''دل آزاری'' اور توہین وتحقیر کو گناہ کبیرہ سمجھتا ہوں اور حتی الامکان اس سے بچنے کی کوشش کرتا ہوں اور اگر کبھی نادانستہ یا بلا ارادہ ایسا قصور ہو جاتا ہے، تو جلد سے جلد اس کی تلافی کی کوشش کرتا ہوں اور معافی مانگتا ہوں۔

دوسری چیز جو مجھے خاص طور پر یاد آتی ہے وہ (والدہ ماجدہ رحمۃ اللہ علیہ) یہ کہ وہ مجھے اپنے خاندان کے بعض بزرگوں اور جلیل القدر ہستیوں کے نام اور کام سے واقف کراتی رہتی تھیں، ان کے نام بڑی عظمت سے لیتیں، اور ان کے حالات سناتیں، یہ شخصیتیں عموماً ہمارے خاندان کی وہ دینی شخصیتیں ہوتیں، جن کو دنیاوی جاہ وجلال اور کوئی خاص دولت و ثروت حاصل نہ تھی، مگر علمی اور دینی حیثیت سے ان کا کام اور نام بہت روشن تھا، وہ اس پر زور دیتیں کہ عزت اور باقی رہنے والی دولت یہی دین وعلم کی دولت ہے، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ میرا دماغ اس وقت سے علم دین کی عظمت سے متاثر ہے اور وہ اتنی جلدی دنیاوی جاہ و جلال اور مال ومنال کا اثر قبول نہیں کرتا، جتنا اس زمانہ میں ہونا قدرتی بات ہے، میرے دل پر ابھی تک بزرگوں کے نام نقش ہیں اور ان کی عظمت کا سکہ بیٹھا ہوا ہے، جن کا والدہ صاحبہ کثرت سے نام لیتی تھیں، بعد میں، میں نے ان کے حالات پڑھ کر والدہ کی باتوں کی تصدیق کی اور ان میں بعض کے حالات لکھے بھی، مگر ان کی بڑائی کا نقش اسی زمانہ کا ہے اور

ابھی تک کوئی اس نقش کو مٹا نہیں سکا۔

والدہ صاحبہ کو اللہ تعالیٰ نے دعا و مناجات کا وہ ذوق عطا فرمایا تھا،(۱) جو اس زمانہ کے خاص بزرگوں میں ہی دیکھنے میں آیا ہے، وہ اپنی اولاد کو بھی دعا کی تعلیم دیتیں اور دعا کا شوق دلاتیں، چنانچہ ہم بھائی بہنوں کو انھوں نے بعض مختصر دعائیں یاد کرا رکھی تھیں، ان میں سے ایک دعا ابھی تک یاد ہے جو اس زمانہ میں وردِ زبان تھی، یاد آتا ہے کہ عرصہ تک اپنے مضامین کے اوپر بھی اسی کو لکھتے تھے، وہ دعا یہ ہے۔

اَللّٰھُمَّ اٰتِنِی اَفْضَلَ مَا تُؤْتِی عِبَادَكَ الصَّالِحِیْنَ

(اے اللہ، اپنے نیک بندوں کے جو افضل چیز تو عطا فرماتا ہے وہ مجھے عطا فرما)

یہ ہیں چند ابتدائی نقوش جو حافظہ پر زور ڈالے بغیر ابھر آئے ہیں، سمجھتا ہوں کہ بچوں کی تعلیم و تربیت میں ان سے بہت فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔

تربیتی خطوط

میرے لکھنؤ کے قیام اور میری ابتدائی تعلیم کے زمانہ میں والدہ صاحبہ نے جو مجھے طویل اور مفصل خط لکھے ہیں اور جن کا منتخب ذخیرہ میرے پاس بحمد اللہ محفوظ ہے، وہ ان کے دلی جذبات کا آئینہ بلکہ ان کے کمالات اور خداداد صفات کا مرقع ہے جو ان کی زندگی کا اصل جوہر تھا۔ ان خطوط کو ان کی تربیتی افادیت کے پیشِ نظر شائع کیا جا رہا ہے۔

عزیزی علی سلمہ! دعا

تمہارا اب تک کوئی خط نہیں آیا، روز انتظار کرتی ہوں، مجبوراً آ کر خود لکھتی ہوں جلدی اپنی خیرت کی اطلاع دو۔

---

(۱) "دعا اور تقدیر" مصنفہ محترمہ سیدہ خیر النساء بہتر صاحبہ رحمۃ اللہ علیہا

عبدالعلی (۱) کے آنے سے اطمینان ضرور ہوا، مگر تمہارے خط سے تو اور تسکین ہوتی، عبدالعلی سے میں نے تمہاری دوبارہ طبیعت خراب ہونے کا ذکر کیا تو انہوں نے کہا کہ "علی کو اپنی صحت کا بالکل خیال نہیں، جو وقت تفریح کا ہے وہ پڑھنے میں گزارتے ہیں" میں نے کہا تم روکتے نہیں۔ کہا بہت کہہ چکے اور کہتے رہتے ہیں، مگر وہ خیال نہیں کرتے، اس سے سخت تشویش ہوئی، اول تو تمہاری بے خیالی اور ناتجربہ کاری اور پھر بے موقع محنت، جس سے اندیشہ ہو۔

علی! مجھے امید تھی کہ تم انگریزی کی طرف مائل نہ ہوگے، مگر خلاف امید تم کہنے میں آ گئے اور اتنی محنت گوارہ کر لی، خیر، بہتر جو کچھ تم نے کیا، یہ بھی اس کی حکمت ہے بشرطیکہ استخارہ کر لیا ہو۔

مجھے تو انگریزی سے بالکل انسیت نہیں، بلکہ نفرت ہے، مگر تمہاری خوشی منظور ہے، علی، دنیا کی حالت نہایت خطرناک ہے، اس وقت عربی حاصل کرنے والوں کا عقیدہ ٹھیک نہیں تو انگریزی والوں سے کیا امید، بجز عبدالعلی اور طلحہ (۲) کے تیسری مثال نہ پاؤ گے، علی اگر لوگوں کا عقیدہ ہے کہ انگریزی والے مرتبے حاصل کر رہے ہیں کہ کوئی ڈپٹی ہوئے کوئی جج، کم از کم وکیل اور بیرسٹر ہونا تو ضروری ہے، مگر میں بالکل اس کے خلاف ہوں، میں انگریزی والوں کو جاہل اور اس کے علم کو بالکل بیکار سمجھتی ہوں، خاص کر اس وقت میں، معلوم نہیں کیا ہو اور کس علم کی ضرورت ہو، اس وقت البتہ ضرورت تھی۔

اس مرتبہ کو تو ہر کوئی حاصل کر سکتا ہے، یہ عام ہے، کون ایسا ہے۔ جو محروم ہے، وہ چیز حاصل کرنا چاہیے جو اس وقت گراں ہے اور کوئی حاصل نہیں کر سکتا، جس کے دیکھنے کو آنکھیں ترس رہی ہیں اور سننے کو کان مشتاق ہیں، آرزو میں دل مٹ رہا ہے، مگر وہ خوبیاں نظر نہیں آتیں۔

افسوس ہم ایسے وقت میں ہوئے، علی تم کسی کے کہنے میں نہ آؤ، اگر خدا کی رضا

(۱) ڈاکٹر حکیم مولانا سید عبدالعلیؒ سابق ناظم ندوۃ العلماء، برادر اکبر مصنف

(۲) مولانا سید طلحہ حسنی ایم۔ اے راقم السطور کے پھوپھا اور عربی زبان وادب کے زبردست عالم تھے۔

مندی حاصل کرنا چاہتے ہو اور میرے حقوق ادا کرنا چاہتے ہو تو ان سبھوں پر نظر کرو جنھوں نے علم دین حاصل کرنے میں عمر گذار دی۔ ان کے مرتبے کیا تھے، شاہ ولی اللہ صاحبؒ، شاہ عبدالعزیز صاحبؒ، شاہ عبدالقادر صاحبؒ، مولوی ابراہیم صاحبؒ، (۱) اور تمہارے بزرگوں میں خواجہ احمد صاحبؒ (۲) اور مولوی محمد امین صاحب مرحوم (۳) جن کی زندگی اور موت قابل رشک ہوئی، کس شان و شوکت کے ساتھ دنیا برتی اور کیسی خوبیوں کے ساتھ رحلت فرمائی۔

یہ مرتبے کیسے حاصل ہو سکتے ہیں، انگریزی مرتبہ والے تمہارے خاندان میں بہت ہیں اور ہوں گے، مگر اس مرتبہ کا کوئی نہیں، اس وقت بہت ضرورت ہے، ان کو انگریزی سے کوئی انس نہ تھا، یہ انگریزی میں جاہل تھے، یہ مرتبہ کیوں حاصل ہوا۔

علی، اگر سو اولادیں ہوتیں، تو ان کو میں یہی تعلیم دیتی، اب تم ہی ہو، اللہ تعالیٰ میری خوش نیتی کا پھل دے کہ سو کی خوبیاں تم سے حاصل ہوں اور میں دارین میں سرخ رو اور نیک نام اور صاحب اولاد کہلاؤں آمین ثم آمین۔ میں خدا سے ہر وقت دعا کرتی ہوں کہ وہ تمہیں ہمیشہ اور شوق دے اور خوبیاں حاصل کرنے کا اور تمام فرائض ادا کرنے کی توفیق دے، آمین۔

اس سے زیادہ مجھے کوئی خواہش نہیں، اللہ تعالیٰ تمہیں ان مرتبوں پر پہنچائے اور

---

(۱) اس سے مراد مولانا ابو محمد ابراہیم آروی، مشہور اہلحدیث عالم ہیں، جو ہمارے نانا شاہ ضیاء النبی صاحبؒ کے مرید اور بڑے ربانی، حقانی عالم تھے، ان کا واعظ بڑا موثر اور رقت آمیز تھا، ان کے ایک وعظ سے ہمارے نوجوانوں کی بڑی اصلاح ہوئی اور ان کی کایا پلٹ گئی، ۶/ ذی الحجہ ۱۳۱۹ھ کو مکہ معظمہ میں وفات پائی اور جنت المعلیٰ میں مدفون ہوئے۔

(۲) یعنی مولانا سید خواجہ احمد نصیر آبادی جو حضرت سید احمد شہید کے بیک واسطہ خلیفہ اور حضرت شاہ ضیاء النبیؒ اور مولانا سید فخر الدین کے شیخ و مرید تھے، توحید و سنت کی اشاعت اور اصلاح و تربیت میں ان کا پایہ بہت بلند تھا۔ ۱۲۸۹ھ میں انتقال ہوا۔

(۳) مولانا سید محمد امین نصیر آبادی مراد ہیں جن سے ضلع رائے بریلی، سلطان پور، پرتاپ گڈھ اور ان کے نواح میں بڑی اصلاح اور شرک و بدعت کی بیخ کنی ہوئی، انتقال ۱۳۴۹ھ میں ہوا۔

ثابت قدم رکھے، آمین، علی، ایک نصیحت اور کرتی ہوں، بشرطیکہ تم عمل کرو اپنے بزرگوں کی کتابیں کام میں لاؤ اور احتیاط لازم رکھو جو کتاب نہ ہو وہ عبدالعلی کے رائے سے خریدو، باقی وہی کتابیں کافی ہیں، اس میں تمھاری سعادت مندی ظاہر ہوگی اور کتابیں برباد نہ ہوں گی اور بزرگوں کو خوشی ہوگی، اس سعادت مندی کی مجھے بیحد خواہش ہے کہ تم ان کتابوں کی خدمت کرو، جو روپیہ خرچ کو، انھیں ضرورتوں میں یا کھاؤ۔

قرض کبھی نہ لو، ہو تو خرچ کرو، ورنہ صبر کرو، طالبِ علم یوں ہی علم حاصل کرتے ہیں، تمہارے بزرگوں نے بہت کچھ مصیبتیں جھیلی ہیں، اس وقت کی تکلیفیں باعثِ فخر سمجھو، جو ضرورت ہو ہمیں لکھو، میں جس طرح ممکن ہوگا پورا کروں گی، خدا مالک ہے، مگر قرض نہ کرنا یہ عادت ہلاک کرنے والی ہے، اگر وفائے وعدہ کرو تو کوئی حرج نہیں۔

صحابہؓ نے قرض لیا ہے، مگر ادا کر دیا ہے، ہم کون چیز ہیں علی، یہ بھی تمہاری سعادت مندی کہ میری نصیحت پر عمل کرو۔

حلوہ ابھی تیار نہیں ہو سکا، انشاء اللہ تعالیٰ موقع ملتے ہی تیار کر کے بھیجوں گی، اطمینان رکھو۔

بہت جلد خیریت کی اطلاع دو، اگر دیر کرو گے تو میں سمجھوں گی کہ میری نصیحت تمھیں ناگوار گزری، انشاء اللہ تعالیٰ رمضان شریف میں تم سے وعظ کہلاؤں گی، اللہ تعالیٰ میری خواہش سے زیادہ تمھیں توفیق دے کہنے کی اور تمہارا کلام پُراثر اور خدا کی خوشی ورضامندی کے قابل ہو، آمین

اَللّٰھُمَّ اٰتِنِی اَفْضَلَ مَا تُؤْتِی عِبَادَكَ الصَّالِحِیْنَ

باقی خیریت ہے، تم خدا کی رحمت سے تیار رہو، تم نے وعدہ بھی کیا ہے۔

تمہاری والدہ

نور چشم علی سلمہ

دعا اور بہت دعا، تمہارا خط سخت انتظار اور متواتر خطوط بھیجنے کے بعد ملا، بیحد اور اطمینان حاصل ہوا، مگر جو تم نے سندھ جانے کا ارادہ ظاہر کیا ہے اس سے فکر ضرور پیدا ہو گئی ہے، نہیں معلوم وہ کدھر ہے اور وہاں کے حالات کیا ہیں اور کتنے روز رہنا ہوگا اگر عبدو (۱) اور طلحہ (۲) کی رائے ہو، تو مناسب ہے، مگر تم کل حالات سے اطلاع دو تو بہتر ہے کہ اطمینان ہو جائے، اللہ تعالیٰ تمھیں پوری کامیابی عطا کرے، بس یہی آرزو ہے، یہی وجہ تھی کہ جو اس دور دراز سفر کے لئے گوارہ کر لیا، ورنہ ایسے دل والوں کے لئے سخت دشوار اور ناممکن تھا منظور کرنا۔ میں تمھیں اس کی حفاظت میں دے چکی، وہ بڑا خوب حفاظت کرنے اور ساتھ دینے والا ہے، میں کیا کر سکتی ہوں، اوندھی کھوپڑی کی۔

ترے محفوظ کو کوئی ضرر پہنچا نہیں سکتا
عناصر چھو نہیں سکتے فلک دھمکا نہیں سکتے

بس یہ کہہ کر دل کو سمجھا لیتی ہوں، مگر پورا یقین ہے اس کی رحمت پر، اللہ تعالیٰ سے ہر وقت دعا ہے کہ وہ تمھیں توفیق دے نیک کاموں کی، اور علوم دین کے پورے مرتبہ پر پہنچائے، اور ثابت قدم رکھے کہ دنیا اور آخرت میں نیک کام ہو، آمین۔

میری دلی تمنا ہے کہ دونوں جہاں کی خوبیاں تمھیں حاصل ہوں اور تم قابلِ رشک ہو جاؤ، اور میں اپنی کوششوں میں کامیاب ہوں، آمین، یہ سب سفر مبارک ہوں، آمین۔ اللہ تعالیٰ تم سے وہ کام کروائے جو تمہاری فلاح بہبودی، میرے آرام و راحت اور خدا کی رضامندی اور خوشی کا باعث ہو، آمین، تم اپنی خیریت کی جلد اطلاع دیتے رہو، جہاں بھی ہو، وہ مالک ہے، ہم پر رحم کرے گا، اور جو کچھ فیض حاصل ہو، مجھے اطلاع دو، دعا۔

تمہاری والدہ

---

(۱) ڈاکٹر سید عبدالعلی حسنیؒ (۲) مولانا سید طلحہ حسنی

نورِ چشم، لختِ جگر علی، سلمہ

دعاہا، تمہارے دو خط آئے، مفصل جس سے اطمینان ہوا، اس سے بیحد خوشی ہوئی کہ مولانا احمد علی صاحب کے صاحبزادہ بھی تمہارے ساتھ ہیں، دیکھیں کب تک رہنا ہو، اللہ تعالیٰ جلد کامیاب کرے آمین۔

خاص وقتوں میں میری یہ دعا ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ تمھیں وہ علم دے، جو صحابہ کرامؓ نے حاصل کیا، جس سے ایمان کو قوت ہو اور تمام جھگڑے پاک ہوں، اور اس وقت کے فتنوں سے نجات ہو جائے اور پورا پورا اطمینان ہو۔

میں کہہ نہیں سکتی جو میری خواہش ہے اور جس کے لئے مجھے علم دین حاصل کرنے کی خواہش ہوئی، اللہ تعالیٰ میری آرزو پوری کرے، اور دنیا و آخرت میں مجھے سرخ رو اور نیک نام کرے، آمین، تم یونہی برابر خط لکھتے رہو، تو خدا کا شکر کروں گی، ان دنوں ابوالخیر (۱) وعظ کہتے ہیں ہر جمعہ کو، میدان پور میں بھی ہوتا ہے، خدا کرے تم لوگوں سے اسلام پھیلے، اور کفر گھٹے، آمین، اللہ تعالیٰ تم لوگوں کو ثابت قدم رکھے، پانچ روپیہ عبدو کو دے دیئے ہیں، پھر انشاء اللہ ملنے پر بھیجوں گی، ماموں صاحب (۲) ماموں جی (۳) کو سلام لکھو تو بھائی جی یعنی اپنے ابا جی (۴) کو بھی لکھا کرو۔ محمود، محمد ثانی سلمہا پڑھتے ہیں خدا کرے کہ وہ اس قابل ہو جائیں کہ ان سے راحت ہو۔

والسلام

تمہاری والدہ

---

(۱) مولانا سید ابوالخیر برق حسنی (۲) مولانا سید عبید اللہ حسنی

(۳) مولوی سید احمد سعید صاحبزادگان حضرت شاہ مولانا ضیاء النبیؒ (۴) مولانا سید خلیل الدین ابن مولوی رشید الدین ابن مولوی سعید الدین مرید سعید حضرت امیر المومنین سید احمد شہیدؒ۔

نورِ چشم لختِ جگر، نورِ بصر علی سلمہ طول عمرہ

دعاہا۔

خدا پر بھروسہ ہے، وہ تمہارا حافظ وناصر ہے، تم خط برابر لکھتے رہو تو مجھے تسکین رہے گی۔ دیکھو ہمت سے زیادہ محنت نہ کرنا، اس موسم میں زیادہ محنت دماغ قبول نہیں کرسکتا، دل ودماغ کی صحت ضروری ہے، اس کا زیادہ خیال رکھو، جہاں تک ممکن ہو ایک ماہ کی محنت ایک دن میں نہ کرنا، اگر تم اس قدر محنت کروگے تو پھر دنیا کیسے برتوگے، دنیا بھی برتنا عبادت ہے، ہمدردی اور حق پرستی یہ تمام باتیں خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی کی ہیں، پھر تمام اعزہ اس کے منتظر رہتے ہیں، خاص کر تمہاری طرف سے بہت کچھ امیدیں ہیں، مجھے خواہش ہے کہ تم علم میں مغرب، والوں سے مرتبہ میں زیادہ نکلو، کہ علوم دین کی طرف اعتراض کا موقع نہ ملے، اللہ تعالیٰ سے ہر وقت دعا ہے کہ تمھیں وہ تمام خوبیاں حاصل ہوں کہ تمام وہ خوبیاں جن پر سب کو فخر ہے، ہیچ ہوجائیں، اور علوم دین کے سب شائق ہوں، اللہ تعالیٰ میری آرزو پوری کرے۔ آمین۔

تم خط جلد جلد لکھتے رہو، ورنہ مجھے بے حد تکلیف ہوگی، عبدو تمہارے طرزِ عمل سے بے حد خوش ہوئے، مجھے لکھا تھا، یہ پہلا خط تھا جس سے یہ مبارک الفاظ ظاہر ہوئے، مجھے بے حد تمنا تھی کہ عبدو کی زبان سے سنوں، خدا کا شکر ہے کہ خواہش پوری ہوئی، یہ تمنا ہے کہ ہر زبان پر تمہاری نیک نامی اور کامیابی ہو، آمین، اللہ تعالیٰ تمہارے نیک ارادے پورے کرے، اور تمھیں ثابت قدم رکھے، اور ان کے راستے پر چلادے جن پر انعام کیا ہے، اور تمہارے عمل کو قبول کرے، آمین۔

تمہاری والدہ

عزیزی سلمہ، دعاہا

تمہارا کارڈ پہنچا، یہ معلوم کر کے بے حد خوشی ہوئی کہ تمہارے پرچے اچھے گزرے اور اس مرتبہ پرچوں میں خطرہ تھا، خدا سے ہر وقت دعا کرتی ہوں اس کی رحمت کا انتظار کرو، جب اس کی رحمت سے نتیجہ ظاہر ہو جائے تو انشاء اللہ خوش ہو کر آنا اور جب تک نتیجہ نہ معلوم ہو، روز صبح کو سنت اور فرض کے درمیان خشوع و خضوع کے ساتھ سورۂ فاتحہ اکتالیس بار پڑھتے رہو، اور اول و آخر گیارہ گیارہ بار درود شریف، یہ بہت مجرب ہے اور پھر فرض پڑھ کر فاتحہ ایک بار اور اَلَمْ نَشْرَحْ تین بار اِنَّا اَنْزَلْنَا گیارہ بار پڑھ لیا کرو، اول و آخر درود جس قدر ممکن ہو تو دونوں وقت پڑھ لیا کرو اور خدا پر بھروسہ رکھو، یہ مناجات تمہارے لئے میں نے خدا سے کی ہے، خدا کرے مقبول ہو، آمین۔

سدا سے ترے مجھ پر انعام ہیں
ہیں انعام بھی اور اکرام ہیں

جو مانگا دیا، اور دیا بے طلب — پھری میں، ترے در سے محروم کب
تھی جو کچھ مجھے فکر سب دور کی — میں لائی جو حاجت وہ منظور کی
ترے فضل کی کچھ نہیں انتہا — جو آیا ترے در پہ وہ خوش ہوا
تری شان رحمت سے ہے یہ بعید — پھرے در سے تیرے کوئی ناامید
کرم کر میرے حال پر بھی کریم — کہ ہے نام تیرا غفور، رحیم
مری سعی و کوشش نہ برباد کر — ترے در پہ آئی ہوں امداد کر
دعا جلد میری یہ ہو مستجاب — علی ہو ترے فضل سے کامیاب
وہ ہو کامیابی جو ہو باسند — ہو ایسی سند جو کہ ہو مستند
نہ ہو فکر کوئی نہ رنج و تعب — تمنائیں میری برآئیں یہ سب

(۱) ڈاکٹر مولانا سید عبدالعلی حسنیؒ ابوالحسن علی ندوی، سیدہ امۃ العزیز صاحبہ اور سیدہ امۃ اللہ تسنیمؒ ہمشیران ہر دو برادران

خطاؤں پہ ان کے نہ کر تو نظر　　یہ بندے ہیں تیرے تو ہی رحم کر
جہاں میں سدا دونوں پھولیں پھلیں　　سدا یہ شریعت پہ قائم رہیں(۱)
یہ سب بہن بھائی رہیں شاد کام　　جہاں میں ہو اقبال ان کا غلام
خزاں میں جو ہے آج فصل بہار　　یہ سب فضل تیرا ہے پروردگار
یہ فصل بہاری رہے تا حیات
ہو بہتر کی بہتر حیات اور ممات

تمہاری والدہ

عزیزی علی، سلمہ

دعاہا۔

تمہارا خط آیا۔ میں بالکل انتظار کر کے تھک کر بیٹھ گئی تھی ویسے ہی تمہارا خط ملا۔ بے حد خوشی ہوئی، علی، مجھے خدا کی رحمت سے یہ امید قوی ہے، کہ تم کسی کے کوئی مرتبہ اور کامیابی کا اثر نہ لو گے، کیونکہ یہ عام ہے اور فنا ہونے والی، قابل رشک وہ ہے جو ہزاروں میں ایک کو ملے اور پھر خدا کی طرف سے ہو۔

قسمت کیا ہر شخص کو قسام ازل نے
جو شخص کہ جس چیز کے قابل نظر آیا

تمہیں اس پر فخر کرنا چاہئے، نہایت ہمت اور قوت سے کرنا چاہئے خدا سے دعا کرتی ہوں کہ تمہیں اس سے دلچسپی پیدا کرتا رہے کہ تمام خوبیوں پر ترجیح دیتے رہو، اگر تمہیں ججی یا اور کوئی مرتبہ حاصل ہوتا جو عام ہے تو مجھے اس کے ساتھ ہزار خطرے پیش نظر رہتے، اس نے مجھے تمام برائیوں سے محفوظ رہنے کے لئے ایسی بہتر صورت پسند کی، وہ خود حافظ و نگہبان ہوگا، میری فکر کی کوئی ضرورت نہ تھی، بجائے فکر کے میرے دل کو ہر وقت وہ

(۱) ''دعا اور تقدیر'' مصنفہ سیدہ خیر النساء بہتر صاحبہ رحمۃ اللہ علیہ

خوشی حاصل ہوتی ہے، جو کسی ذی مرتبہ کو حاصل نہیں، تم جس قدر فخر کرو کم ہے۔

تمہاری والدہ

عزیزی علی سلمہ

دعاہا۔

تمہارا خط ملا، اطمینان اور خوشی ہوئی کہ تمہیں ناشتہ غیرہ سے آرام ہے، ندوہ میں زیادہ رہنے کے عبدو (۱) خلاف تو نہیں، اگر وہ اس کے مخالف نہیں تو بہتر ہے، تم خود سمجھ سکتے ہو، تبلیغ میں کوشش کرتے رہو کہ ترقی ہو۔

ابتدا میں جو جوش اور شوق تھا تمہیں اور عبدو کو بھی اس میں کچھ کمی معلوم ہوتی ہے، یہ ضرور ہے کہ ابتدائی حالت نہیں رہ سکتی، مگر سلسلہ جاری رہے شوق بھی بڑھتا رہے گا، اللہ تعالیٰ سے یہ دعا ہے کہ تم سے وہ کام کروائے، جو اپنے نیک اور مقبول بندوں سے کرواتے ہیں اور تکبر و غرور ریا سے بچائے اور تمہاری ترقی و کامیابی قابلِ رشک ہو۔ آمین

اللہ تعالیٰ میری سب دعائیں قبول کرے، آمین

تمہاری والدہ

۱۳۷۶ھ